ص۔م

وفاقی محتسب کے اختیارات میں کمی کا امکان

ناقص کارکردگی والی کمپنیوں نے اس ادارے کیخلاف محاذ بنالیا

4سال میں سواتین لاکھ افراد کو گھر کی دہلیز پر انصاف ملا

بہت سنتے تھے کہ ’’انصاف گھر کی دہلیز پر ہوگا، سستا بھی ہوگا اور فوری بھی ملے گا‘‘ مگر ایسا ہونہ سکا۔ گھر کی دہلیز پر انصاف ملنے کے خواہشمندوں نے کئی سیاسی اکابرین کو اقتدار کی دہلیز تک تو پہنچا دیا لیکن خود پیچیدہ پولیس سسٹم کا شکار ہوکر ’’گھر کی دہلیز پر انصاف‘‘ کو ترستے ہی رہ گئے۔ عوام کو سرکاری اداروں کی بد انتظامی سے بچانے کیلئے وفاقی محتسب کا ادارہ قائم کیا گیا۔ پبلک سیکٹر کی کمپنیوں کے خلاف اس ادارے سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔ لاکھوں افراد نے اس ادارے سے اندرون ملک اور 80 ہزار سے زائد اوورسیز پاکستانیوں نے بیرون ملک اس ادارے سے رجوع کیا۔ جرمنی، مشرق وسطیٰ، ملائیشیا، نیویارک اور بعض دوسرے ممالک میں مقیم 43ہزار پاکستانیوں نے نادرا اور پاسپورٹ آفس کے خلاف آن لائن درخواستیں دائر ہیں۔ 20ہزار افراد نے دوہری شہریت کے حوالے سے شکایات کیں جبکہ 39ہزار کو ائیر پورٹ پر پی آئی اے وغیرہ سے شکایات تھیں۔ پچھلے سال کے آغاز میں وفاقی محتسب نے تمام سرکاری اداروں کو پنشنرز کیلئے خصوصی سیل قائم اور فوکل پرسن مقرر کرنے کا حکم دیا۔ یہ فیصلہ دوررس نتائج کا حامل ہے۔ ماضی میں پنشنرز کے انتقال یا ریٹائرمنٹ کے بعد شروع کیا جاتا تھا۔ لیکن اب ان کی زندگی میں ہی فائلوں کو مکمل کرنے کیلئے میکنزم بنا دیا گیا ہے۔

بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ وفاقی محتسب کے بعض فیصلے ادارہ جاتی نااہلیوں کے خاتمے میں کلیدی کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ایک سائل نے ایک انشورنس کمپنی کیخلاف وفاقی محتسب سے رجوع کیا۔ پالیسی کا پریمیم پانچ سال کی تاخیر سے جمع کروانے پر متعلقہ انشورنس کمپنی نے اسے 19ہزار جرمانہ عائد کیا تھا۔ سائل نے جرمانے کی معافی کیلئے درخواست دی۔ ساتھ ہی اس نے درخواست میں لکھا کہ ’’کیونکہ جرمانہ یومیہ بنیادوں پر عائد کیا جارہا ہے لہٰذا اس لیے درخواست کا فیصلہ بلا تاخیر کیا جائے ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جرمانے کی رقوم اس کی معافی سے بڑھ جائے‘‘۔ انشورنس کمپنی نے حسب معمول تاخیر سے کام لیا۔ بار بار درخواستوں کے باوجود انشورنس کمپنی نے ڈھائی ماہ لگا دیئے۔ جرمانے میں 25فیصد معافی کے باوجود اڑھائی ماہ کی تاخیر سے جرمانے میں 6ہزار روپے کا اضافہ ہوگیا۔ یہ کیس لے کر سائل نے وفاقی محتسب سے رجوع کیا۔ دلائل در دلائل دیئے گئے، سوالات پر سوالات ہوئے۔ بالآخر انشورنس کمپنی کے نمائندے نے ڈھائی ماہ کی تاخیر کو غلطی تسلیم کیا۔ اس بات کو مان لیا کہ تاخیر سے ہونے والے نقصان کا ذمہ دار صارف نہیں ہے۔ چنانچہ جرمانے کو درخواست کی وصولی کے دن سے منجمد کرنے کے فیصلے پر دونوں متفق ہوگئے۔

انشورنس کمپنی ہو یا کوئی اور سرکاری ادارہ۔ یہ بہت بڑا فیصلہ ہے، اس سے ادارہ جاتی نااہلی کو دور کرنے میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔ اس کی روشنی میں غیر ذمہ داری، نااہلی یا تاخیر کے مرتکب افسران سے جوابدہی کی جا سکتی ہے۔ لیسکو اور بجلی کی دوسری تقسیم کار کمپنیوں سے بھی اس کی مدد سے انصاف لیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ غفلت کے حوالے سے سوئی ناردرن گیس کمپنی اور سوئی سدرن گیس کمپنی سرفہرست ہیں۔ لاکھوں شکایات ان کمپنیوں کیخلاف پیش کی گئیں۔ اسی لئے ان کمپنیوں نے وفاقی محتسب کے خلاف محاذ بنالیا۔ ’’ہمارا ریونیو کم ہورہا ہے‘‘ یہی ان کی دلیل تھی اور اب بھی ہے۔ پچھلے سال وفاقی محتسب کے ادارے کو کام کرنے سے روکنے کی کئی کوششیں ہوئیں۔ جو شاید اس سال کامیاب ہوگئیں۔ اگلے چند مہینوں میں اس ادارے کے مفلوج ہونیکا اندیشہ ہے۔ اس وقت ایڈوائزز کی تقرریاں مشکلات سے دوچار ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ صدر مملکت ممنون حسین خود بھی بجلی کی تقسیم کار کمپنیوں سے شاکی ہیں۔ چند روز قبل کسی عام آدمی نے نہیں ملک کے سب سے بڑے آئینی عہدے پر فائز شخصیت نے ان کمپنیوں کے بارے میں سخت ریمارکس دیئے۔ جب صدر مملکت شاکی ہیں تو عام آدمی کی کون سنتا ہوگا۔

سلمان فاروقی کا شمار پاکستان کے منجھے ہوئے بیوروکریٹس میں ہوتا ہے۔ پبلک سیکٹر کے مختلف اداروں کی نصف صدی تک قیادت کرنے کے علاوہ وہ وزیراعظم کے سیکرٹری اور مختلف سرکاری محکموں کے سیکرٹری بھی رہے۔ انہی خدمات کے صلے میں انہیں نشان امتیاز ملا۔ ان دنوں وہ وفاقی محتسب کے طور پر فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ تھوڑے ہی عرصے بعد وہ اس عہدے سے ریٹائرڈ ہونے والے ہیں۔ وہ پاکستان میں بیوروکریسی کی کارکردگی اور عوامی مشکلات سے بہ خوبی آگاہ ہیں۔ اداروں کی نااہلی کو کیسے دور کیا جاسکتا ہے اس سے بھی وہ واقف ہیں۔ آیئے اب ان سے اس ادرے کے بارے میں کچھ باتیں کرتے ہیں۔

دنیا: آپ وفاقی محتسب کے ادارے کی کارکردگی کے بارے میں کیا کہیں گے؟۔

سلمان فاروقی: میں نے جب اختیار سنبھالا تو ایک کمرے میں ایک لڑکا اور لڑکی بیٹھے نظر آئے۔ میں نے ان سے کہا کہ کیسز پیش کرو اور بتاؤ کہ فائلز کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ایک سائل کا انتقال پانچ سال قبل ہو چکا، ان دنوں فیصلے پانچ سے دس سالوں میں ہوا کرتے تھے۔ ہم نے یہ نظام تبدیل کیا۔ 2013سے پہلے 5.16ہزار درخواستیں سالانہ موصول ہوتی تھیں۔ فیصلوں میں پانچ سے دس سال لگ جاتے تھے۔ میں حیران تھا کہ 18۔20 کروڑ کی آبادی میں کیا صرف 20ہزار لوگ ہیں جو اداروں کی کارکردگی سے مطمئن نہیں ہیں، یا جن کو کسی دوسرے ادارے سے ریلیف کی ضرورت ہے۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ فیصلوں میں تاخیر کے باعث لوگ رجوع نہیں کرتے تھے۔ دوسرے یہ کہ عملدرآمد کرانے کا اختیار نہ ہونے سے وفاقی محتسب کا ادارہ کمزور ہو چکا تھا۔ 2012ء میں ہم سب نے کام شروع کیا۔ اور 2013ء میں پارلیمنٹ سے ایک قانون میں ترمیم کی تیاری میں مدد دی۔ جس سے ہمیں سول عدالتوں کے اختیارات مل گئے۔ قبل ازیں ہمارے ادارہ صرف مشورہ دے سکتا تھا لیکن ترمیم سے عدالتی اختیارات بھی مل گئے۔ اس کے بعد میں نے سماعت کی مدت 60دن سے گھٹا کر پینتالیس دن کردی، یہ بھی فیصلہ کیا کہ جس تحصیل میں دس سے زیادہ کیسز ہوں گے وہاں ہم اپنا نمائندہ تعینات کریں گے۔ جس سے 21دن میں فیصلہ کرنے میں مدد ملے گی۔ میں نے جب چارج سنبھالا تو ادارے میں 73ہزار کیسز زیرالتواء تھے۔ اس وقت ایک کیس بھی زیرالتوا نہیں۔

دنیا: سنا ہے وفاقی محتسب کے اختیارات میں کمی لائی جارہی ہیں اور جو کچھ اسے 2013ء میں ملا تھا وہ واپس لیا جارہا ہے۔؟

سلمان فاروقی: اگر میں ایک ادارے میں کام کرتا ہوں اور دوسرے ادارے سے ریلیف دلواتا ہوں تو یقیناً وہ میرے ادارے کو خراب کرنے کی کوشش کرے گا وہ چاہے گا کہ اسے وفاقی محتسب کے دائرہ اختیار سے نکال دیا جائے۔ کوئی ادارہ اپنا احتساب نہیں چاہتا۔ اس میں کسی کا کوئی ذاتی جھگڑا نہیں ہے۔ وفاقی محتسب کا کام گھر سے دہلیز تک انصاف کی فراہمی ہے اور یہ کام ہورہا ہے۔

دنیا: آپ کے کتنے فیصد فیصلوں کیخلاف صدر مملکت کو اپیل کی گئی؟

سلمان فاروقی: 90فیصد کیسوں میں کوئی اپیل نہیں کی گئی۔ جس ایجنسی کیخلاف فیصلہ ہوا اس نے بھی بات مان لی۔ صارف کے اگر کیخلاف فیصلہ ہوا تو اس نے بھی مان لیا۔ صرف 10فیصد اپیلیں صدر کے روبرو پیش ہوئیں جن میں سے 90فیصد میں صدر صاحب نے کہا کہ ہمارا فیصلہ درست ہے 9فیصد میں صدر صاحب نے کہا کہ ایک مرتبہ سن لیں۔ ایک فیصد میں وہ کہتے ہیں کہ فیصلہ درست تھا مگر آپ کے اختیارات کم کر دیئے گئے ہیں اس طرح ہمارے تقریباً تمام فیصلے نافذ ہوئے ہیں۔

دنیا: کس دور میں کام کرنے کی زیادہ آزادی ملی اور افسروں نے اپنے لیے آسانیاں محسوس کیں؟۔

سلمان فاروقی: جب آپ کوئی نیا کام کرتے ہیں۔ تو آپ کے لیے آسانیاں منتظر نہیں ہوتیں۔ ہاں اگر آپ پرانی ڈگر پر چلتے رہیں تو کام بہت آسان ہوتا ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ایک زمانہ تھا جب ٹیلی فون لائن 20۔20 سال میں نہیں ملتی تھی۔ رشوت اور سفارش دونوں چلتی تھیں۔ پورے ملک تو کیا پورے ایشیا میں نہیں تھیں لیکن ہم موبائل فون لائے۔ پی ٹی سی ایل لائنوں کو جدید بنایا تو ہم نے اپنی ڈگر تبدیل کی۔ ہماری مخالفت ہوئی، جب میں نے ڈرائی پورٹ بنانے شروع کیے تو میرے خلاف شور ہوا۔ یہ تو کراچی کا رہنے والا ہے اور کراچی کو خراب کررہا ہے۔ ملک بھر میں ڈرائی پورٹ بننے سے کراچی کو نقصان ہوگا لیکن آپ دیکھیں، ملک بھر میں ڈرائی پورٹ بننے سے پوری قوم کا فائدہ ہوا اور سندھ کا بھی فائدہ ہوا۔ میں کسی علاقے کا افسر تو نہیں ہوں میں تو پوری قوم کا افسر ہوں۔ اس لیے ہم نے ٹیکنالوجی اور انفراسٹرکچر کی تعمیل میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ آپ بجلی کو دیکھیں جب ہم نے اس شعبے پر کام کیا تو دو تین سال میں اتنی بجلی آگئی تھی کہ ہم بھارت کو بیچنا چاہتے تھے۔ اگر آپ ڈگر پر چلیں گے تو آپ کیلئے کوئی رکاوٹ نہیں۔ تبدیلی لانے کی صورت میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ہم نے بچپن سے سنا ہے کہ حرکت میں برکت ہے۔ حرکت ہی ترقی کا سب سے بڑا زینہ ہے۔ ترقی پذیر ملکوں کا یہی مسئلہ ہے وہاں کسی سطح پر کوئی اچھا افسر آجاتا ہے تو بہتر کام ہو جاتا ہے۔ اور جب نہیں آتا تو ادارے انحطاط کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ترقی پذیر ممالک میں لوگ اپنے حصے کا کام نہیں کررہے۔ ترقی یافتہ ممالک میں سبھی اپنے اپنے حصے کا کام کرتے ہیں جس سے وہاں سیاسی، سماجی اور معاشی استحکام پیدا ہوا ہے۔

دنیا: آپ کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان میں اسی صورت میں تبدیلی ممکن ہے جب کوئی ویژن رکھنے والا کسی ادارے کا سربراہ بن جائے۔

سلمان فاروقی: یہ درست ہے پرانی ڈگر چھوڑ کر جدید طریقوں کو اختیار کیا جائے۔ اگر آپ تبدیلی نہیں لا سکے تو پھر آپ نے نظام کیا بنایا۔

دنیا: آپ کا مطلب یہ ہے کہ کراچی سٹیل اور پی آئی اے کوئی بھی ان کے پیروں پر کھڑا کیا جاسکتا ہے؟

سلمان فاروقی: بالکل صحیح کہا۔ نور خان اور اصغر خان کا کیا زمانہ تھا۔ اس شان سے پی آئی اے کا نام لیا جاتا تھا۔ ایک غیر ملکی ائیر لائن ہمارے ہی لوگوں نے بنائی اور اب کیا حال ہے۔ ہمارے اداروں میں پوٹینشل ہے لیکن انہیں چلانے والا کوئی نہیں۔ ایک آدمی کے آنے سے فرق پڑتا ہے جو تھوڑے عرصے میں ختم ہو جاتا ہے۔

دنیا: آپ نے چار سالوں میں 3لاکھ 25ہزار لوگوں کو ریلیف دیا، کیا ان میں کوئی ایسا فیصلہ ہے جو نظام میں تبدیلی میں فرق ڈالتا ہو؟

سلمان فاروقی: ہم نے چار سالوں میں کئی تبدیلیاں کیں 2013ء میں پارلیمنٹ نے انفورسمنٹ کے لیے سول کورٹ کے اختیارات دیئے۔ جس کے بعد ہمارے فیصلوں پر عملدرآمد کی شرح تقریباً سو فیصد ہوگئی۔ ماضی میں 30 سالوں میں 4لاکھ 64ہزار فیصلے کیے گئے تھے۔ لیکن 2012 سے 2016 تک کے عرصے میں 3لاکھ 25ہزار سے زائد فیصلے کیے گئے۔ اور 2016ء میں 1لاکھ 3ہزار کے لگ بھگ درخواستیں ملیں جن میں سے 80فیصد سے زائد شکایتوں کو دونوں فریقین کے کیس سن کر بروقت حل کیا گیا۔ 75ہزار سے زائد پرانے کیسوں کا تصفیہ کیا۔ ان کی روشنی میں 183 رابطہ آفیسرز کی تقرری کی گئی جبکہ 133 ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹرز اور 511 تحصیل ہیڈکوارٹرز میں فوری شکایات کے ازالے کا سسٹم قائم کیا گیا۔ ایجنسیوں، محکموں میں رابطہ افسر تعینات کیے گئے۔ اوورسیز کے لیے بھی ایک سیل بنایا گیا۔ ایف بی سی سی آئی کے دفتر میں صنعت وتجارت سے متعلقہ مسائل کے فوری حل کیلئے پانچ افسران کی تعیناتی کی گئی۔ 1055 ٹیلی فون لائنوں پر لوگوں کی شکایات سنی جانیں لگیں جبکہ نامور وکلاء اور بعض سابق وزراء کو چائلڈ کمشنر بنایا گیا۔

دنیا: کوئی ایسا کام جسے کر کے آپ کو دلی خوشی ملی ہو۔

سلمان فاروقی: آج سے 35سال پہلے میں نے خصوصی افراد کیلئے اساتذہ کی تربیت اور ان کی تعلیم کا ایک ڈھانچہ قائم کیا۔ خصوصی بچوں کی تعلیم کے لیے 72مراکز قائم کیے۔ لیکن یہ 73واں مرکز نہیں بنا۔ اس دور کے تربیت یافتہ کچھ لوگ آج بھی بیرون ملک خصوصی افراد کے اداروں کو چلا رہے ہیں۔ ہمارے ہاں بھی اسی دور کے افراد دوسروں کو تربیت دے رہے ہیں اور اپنے ادارے چلا رہے ہیں۔ اس شعبے پر بعد میں زیادہ توجہ نہیں دی گئی۔ اسی طرح سائیکل رکشہ، انسان کھینچتے تھے۔ اس رکشہ کو ’’ہتھ ریڑھی‘‘ بھی کہا جاتا تھا۔ بنیان پہنے ہوئے یہ لوگ انتہائی کسمپرسی کی حالت میں اپنے ہی بھائی بہنوں کو ’’رکشہ‘‘ میں بٹھا کر جانوروں کی طرح کھینچتے تھے۔ میں نے ان تمام رکشوں پر پابندی عائد کردی۔ ان لوگوں کو نیا کام دلوایا۔ ان سے مجھے سچی خوشی حاصل ہوئی۔

آخر میں ہماری حکومت سے درخواست ہے کہ غریب کو پیچیدہ نظام سے اور سرکاری بدانتظامی سے بچانے کے لئے بنائے گئے اس ادارے کو بھی بچا لیا جائے۔ یہ بہت سے غریبوں کی آخری امید اور سہارا ہے۔

ترقی پذیر ممالک میں نظام مستحکم نہیں کیا جاسکا، کوئی اچھا افسر آجائے تو انتظامی ادارے چل پڑتے ہیں: سلمان فاروقی (وفاقی محتسب)

خصوصی بچوں کیلئے سکول اور ’’ہتھ گاڑی‘‘ پر پابندی لگانے سے دلی خوشی ملی

نیا کام کرنے والے افسر کو ہر دور میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے